محمد جعفر پھلواروی

خطیب بغدادی

ان کا نام ابو بکر احمد (علی بن ثابت بن احمد بن مہدی ابن ثابت) ہے۔ عراق کے ایک گاؤں بدرزیجان میں پیدا ہوئے۔ سنِ ولادت ۲۴ ر ذی القعدہ (یا ۶ ر جمادی الآخرہ) ۳۹۲ھ، ۱۰۰۲ء ہے۔ اور وفات ۷، ذی الحجہ ۴۶۳ھ، ۱۰۷۱ء ہے۔ ان کی سب سے زیادہ مشہور کتاب تاریخِ بغداد ہے۔ اہلِ علم کا کہنا ہے کہ اگر خطیب موصوف اس کے سوا کوئی دوسری کتاب نہ بھی لکھتے تو تنہا یہی کافی ہوتی کیونکہ اس سے ان کی وسعتِ معلومات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ ان کی تصانیف ساٹھ سے متجاوز اور بقول بعض سو کے قریب ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں:-

کفایہ[1] فی معرفۃ الروایہ، شرف اصحاب[2] الحدیث، السابق واللاحق[3]، المتفق والمفترق[4]، المؤتلف[5] والمختلف، تلخیص[6] المتشابہ، کتاب[7] الرواۃ عن مالک، غنیۃ[8] المقتبس فی تمیز الملتبس، تمیز متصل[9] الاسانید، روایۃ[10] الآبناء علی الآباء، الفقیہ والمتفقہ، الجامع[11] لآداب الراوی والسامع۔

یہ وہ کتابیں ہیں جو محدثین کے لیے نہایت مفید ہیں، بلکہ حدیث سے دلچسپی رکھنے والا کوئی شخص ان تصانیف سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ خطیب موصوف کا شمار معتبر حفاظِ حدیث میں ہے اور علمی تبحر ناقابلِ انکار ہے۔ ان کی تصانیف کے متعلق حافظ ابو طاہر سلفی نے چند اشعار کہے ہیں جو ہم یہاں مع ترجمہ درج کرتے ہیں:-

تصانیف ابن ثابت الخطیب   ألذّ من الصبا الغض الرطیب

ابن ثابت خطیب کی تصانیف تازہ وخوشگوار ہوا سے بھی زیادہ لذت بخش ہیں۔

براها اذرواها من حواها   ریاضا للفتی الیقظ اللبیب

جو اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرتا ہے وہ ان کو ایک بیدار مغز ہوشیار نوجوان کے لیے باغوں جیسا محسوس کرتا ہے

ویأخذ حسن ما قد ضاع منها   لقلب الحافظ الفطن الادیب

اور ذہین وعاقل حافظ حدیث کے دل سے جو چیزیں محو ہوگئی ہوں وہ ان کو بہتر شکل میں یہاں سے اخذ کر لیتا ہے۔

فایة راحة ونعیم عیش   یوازی عینها بل ای طیب

پھر کون سی راحت یا زندگی کی نعمت بلکہ کون سی خوشبو ان کے برابر ہو سکتی ہے ؟

خطیب موصوف کے والد نے انھیں فن حدیث حاصل کرنے کی ترغیب دی تھی کیوں کہ انھیں بھی اس علم سے دلچسپی تھی۔ گیارہ سال کی عمر میں طلب علم کے لیے دور دراز کے سفر شروع کر دیے۔ بصرہ، کوفہ، نیشاپور، اصفہان، دینور، ہمدان، رے اور حجاز وغیرہ کی خاک چھانی۔ ابو نعیم (مصنف حلیہ) ابوسعید مالینی، ابوالحسن بن بشران اور دیگر علما سے علم حدیث حاصل کیا، اور علم فقہ ابوالحسن محاملی، قاضی ابوالطیب طبری وغیرہ سے حاصل کیا۔ خطیب موصوف اگرچہ فقیہ بھی تھے، لیکن حدیث وتاریخ کا ذوق ان پر غالب رہا۔

مشہور محدث ابن ماکولا ان کے شاگرد ہیں اور محمد بن مرزوق زعفرانی اور دوسرے اساتذہ حدیث ان ہی کی ترغیب سے سرسبز ہوئے۔ انھوں نے مکہ معظمہ کے مشہور راوی بخاری کستی کریمہ کو پانچ دن میں پوری صحیح بخاری سنا دی اور ابو عبدالرحمان اسمٰعیل بن احمد حیری نیشاپوری کو تین نشستوں میں بخاری سنائی۔ کشمیہنی کو بخاری یوں سنائی کہ مغرب کے بعد شروع کرتے، اور نماز فجر کے قریب تک سناتے۔ دو راتوں کے بعد تیسرے دن چاشت سے مغرب تک اور پھر

مغرب سے صبح تک سنا کر بخاری ختم کر لی۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں۔ دماغی قوت اور قراءت کی یہ مہارت ایک نادرۂ روزگار ہے۔

تمام مراحل سفر ختم کرنے کے بعد بغداد میں اقامت گزیں ہو گئے اور اپنا سارا وقت تصانیف اور روایت حدیث میں لگا دیا اور اسی میں عمر تمام ہوئی۔ وہ ہر روز تجوید و ترتیل کے ساتھ ایک قرآن ختم کر لیتے۔ حج کے موقعے پر بھی لوگ ان سے لفظاً لفظاً قرآن سنتے اور اس سفر کی تکان کے باوجود اس معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں دولت بھی کافی عطا فرمائی تھی لیکن وہ سب حدیث کے طالب علموں پر صرف ہوتی تھی۔ حج کے موقع پر جب چاہ زمزم کے پاس پہنچے تو تین بار خوب سیر ہو کر آب زمزم پیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے تین چیزیں مانگیں، کیوں کہ یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پہلی دعا یہ تھی کہ تاریخ بغداد لوگوں میں مقبول ہو اس کی خوب اشاعت ہو۔ دوسری دعا یہ کی کہ بغداد کی بہترین جگہ یعنی جامع منصور میں املا و تعلیم حدیث میں مشغول رہوں۔ اور تیسری دعا یہ کی کہ ان کا مرقد بشر حافی کے مزار سے متصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تینوں دعائیں قبول فرما لیں۔ بغداد میں انھیں وہ بلند مقام حاصل ہوا کہ خود عباسی خلیفۂ وقت قائم باللہ نے اعلان کر دیا کہ کوئی واعظ، خطیب اور عالم اس وقت تک کوئی حدیث نہ بیان کرے جب تک خطیب بغدادی کو وہ روایت سنا کر اسے بیان کرنے کی اجازت حاصل نہ کر لے۔

خطیب بغدادی کے علم و ذہانت کا اندازہ ایک دلچسپ واقعے سے ہوتا ہے جو "بستان المحدثین" مؤلفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ) میں بھی ہے اور "افادۃ الافہام بذکر احکام اہل الذمہ" مصنفہ علامہ محمد بن اسماعیل امیر یمنی) میں بھی موجود ہے۔ واقعہ یوں ہوا کہ جو یہود خیبر میں سکونت پذیر تھے وہ سیدنا عمر صلواۃ اللہ علیہ کے زمانے میں شام کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ انھوں نے خلیفۂ وقت کی خدمت میں آنحضور صلعم کا ایک رسالت نامہ پیش کیا اور بتایا کہ یہ حضرت علیؓ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے جس پر آنحضرت صلعم کی مہر اور

ایک کثیر جماعت صحابہ کی شہادت بھی اس پر ثبت ہے۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ یہودیوں کے فلاں فلاں قبیلوں سے جزیہ ہیں (آنحضورؐ) نے ساقط و معاف کر دیا ہے۔ خلیفۂ وقت نے یہ رسالت نامہ خطیب بغدادی کے پاس دریافت حال کے لیے بھیج دیا۔ خطیب موصوف نے اسے بہ غور پڑھنے کے بعد کہلا بھیجا کہ :- یہ بالکل فرضی اور جعلی ہے۔ اس کے جعلی ہونے کی دلیل قاطع یہ پیش کی کہ بہت سے صحابہ کی شہادتوں کے ساتھ اس پر حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ اور حضرت سعد بن معاذ کی شہادتیں بھی ثبت ہیں اور ان دونوں بزرگوں کی شہادت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیوں کہ حضرت معاویہؓ تو فتح خیبر کے وقت تک مسلمان ہی نہ ہوئے تھے اور اس وقت تک صحابیت کا شرف انھیں حاصل ہی نہ ہوا تھا۔ اب رہے حضرت سعد بن معاذ تو وہ فتح خیبر کے وقت زندہ ہی نہ تھے۔ کیوں کہ غزوۂ خندق میں آپ کو جو تیر لگا تھا وہ جان لیوا ثابت ہوا اور غزوۂ بنی قریظہ کے چند دنوں بعد ہی انھیں درجۂ شہادت نصیب ہو چکا تھا۔

خطیب بغدادی کو شعر و سخن سے بھی خاصی دلچسپی تھی۔ کچھ نمونے اس کے بھی سن لیجیے :-

ان کنت تبغی الرشاد محضا　　لامر دنیاك والمعاد
فخالف النفس فی هواها　　ان الهوی جامع الفساد

اگر تم دنیا اور آخرت کا خالص رشد و ہدایت چاہتے ہو تو اپنی نفسانی خواہشوں کی مخالفت کرتے رہو۔ یہی خواہش تمام فساد کی جڑ ہے۔

لا تغبطن اخا الدنیا لزخرفها　　ولا للذة وقت عجلت فرحا

دنیا کی چمک دمک یا وقتی لذت و سرور کی وجہ سے دنیا دار سے رشک نہ کرو۔

فالدهر اسرع شیئ فی تقلبه　　وفعله بین للخلق قد وضحا

کیونکہ زمانہ بدل جانے میں بڑا تیز رفتار ہے اور لوگوں میں اس کی کارگزاری بہت واضح اور نمایاں ہے۔

کم شارب عسلا فیه منیته　　وکم تقلد سیفا من به ذبحا

بہتیرے شہد نوش ایسے ہیں جن کی موت اسی شہد میں ہوتی ہے اور کتنے تلوار باندھنے والے ایسے ہیں جو اسی تلوار سے ذبح کر دیئے جاتے ہیں۔

الشمس تشبهه والبدر يحكيه والدر يضحك والمرجان من فيه

آفتاب اس سے مشابہ ہے اور ماہتاب بھی اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ نیز موتی اور مرجان اس دہن کے اندر سے مسکراتے رہتے ہیں۔

ومن سرى وظلام الليل معتكر فوجهه عن ضياء البدر يغنيه

اگر کوئی اندھیری رات میں سفر کر رہا ہو تو اس کا چہرہ روشن ماہتاب سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

والشمس اقرب منه فى تناولها وغاية الحظ منه للورى النظر

سورج اپنی پہنچ میں میرے اس (چاند) سے قریب تر ہے۔ دنیا کے لیے اس سے کوئی حصّہ مل سکتا ہے تو وہ صرف نگاہ (دیدار) ہے

وددت تقبيله يوما مجالسة فصار من خاطرى فى خده اثر

میں نے ایک دن بیٹھ کر اس کا بوسہ لینا چاہا تو میرے دل کے داغ کا اس کے گالوں پر اثر ہو گیا (یعنی وہ چاند داغ دار ہو گیا)

وكم حكيم راه ظنه ملكا ورد الفكر فيه انه بشر

بہت سے اہل عقل نے اسے فرشتہ گمان کیا، اس میں بار بار غور کیا تو یہ نظر آیا کہ وہ بشر ہی ہے۔

خطیب جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو خلیفہ وقت کو پیغام بھیجا کہ: میرا کوئی وارث

نہیں، اور میرا مال آخر بیت المال ہی کے سپرد ہو گا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں خود ہی راہِ خدا میں صرف کر دوں۔ خلیفہ نے جواب بھیجا کہ: بہت مبارک خیال ہے۔ انھوں نے اپنی تمام کتابیں وقف کر دیں اور سارا مال راہ خدا میں دے ڈالا۔

سمعانی نے ان کی رحلت کا مہینہ ذوالحجہ کی بجائے شوال لکھا ہے۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی نے ان کے جنازے کو کاندھا دیا۔ شیخ موصوف مشہور شافعی بزرگ ہیں جو علوم ظاہری و باطنی دونوں کے جامع تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ موصوف نے خطیب بغدادی کی ذات اور ان کی تصانیف سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔

خطیب موصوف مشرق کے اور ابن عبدالبر مغرب کے حافظِ حدیث تھے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں حافظوں کی وفات کا سنہ ایک ہی ہے۔

ان کے دفن ہونے کا دلچسپ واقعہ بھی سن لیجیے، جسے محب الدین بن نجارؒ اپنی "تاریخ بغداد" میں ابوالبرکات اسماعیل بن ابی سعد کی زبان سے یوں بیان کرتے ہیں:۔

شیخ ابو بکر بن زہرا صوفی نے بشر حافیؒ کی قبر کی بغل میں ایک قبر بنوائی تھی جہاں وہ ہر ہفتے جا کر سوتے اور تلاوتِ قرآن کیا کرتے تھے۔ جب خطیب بغدادی کی رحلت ہوئی اور انھوں نے وصیت کی کہ میری قبر حضرت بشر حافی کے پہلو میں ہو تو اصحاب حدیث شیخ ابن زہرا کے پاس آئے اور درخواست کی کہ خطیب بغدادی کو اس قبر میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ شیخ موصوف نے شدت سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ:

جو قبر میں نے اپنے لیے برسوں پہلے سے بنا رکھی ہے وہ مجھ سے کس طرح لی جا سکتی ہے؟

لوگوں نے جب یہ حال دیکھا تو میرے والد ابو سعد کے پاس آئے اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ میرے والد نے شیخ موصوف کو اپنے پاس بلوایا اور کہا:

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنی یہ قبر انھیں دے دیں۔ مگر صرف ایک سوال کرتا ہوں کہ اگر بشر حافی زندہ ہوتے اور آپ ان کے پہلو میں بیٹھے ہوتے اور اتنے میں ابو بکر خطیب بغدادی بھی

آجاتے اور آپ سے کمتر جگہ پر بیٹھ جاتے تو کیا آپ خوشی سے یہ گوارا کر لیتے کہ خود ان سے بہتر جگہ پر بیٹھے رہیں؟ شیخ نے جواب دیا:

نہیں بلکہ میں اٹھ کھڑا ہوتا اور اپنی جگہ ان کو بٹھاتا۔ میرے والد نے کہا کہ:-

بس اس وقت یہی کرنا چاہیے۔ اس گفتگو کے بعد شیخ موصوف مطمئن ہو گئے اور خوشی کے ساتھ وہاں دفن کرنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد خطیب کو بشر حافی کے پہلو میں (جو باب حرب میں واقع ہے) سپرد خاک کر دیا گیا۔

بعض صلحائے بغداد نے خطیب کی وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا اور حال احوال دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا:

انا فی روح و ریحان و جنت نعیم

"میں آرام و آسائش کے ساتھ بہشت میں ہوں"۔

تاریخ بغداد یوں تو ایک درجن اہل علم نے لکھی ہے جن میں کئی تالیفات خطیب ہی کی تاریخ کی تلخیصات و اذیال وغیرہ ہیں۔ لیکن خطیب بغدادی کی تاریخ سے پہلے صرف ایک ہی تاریخ بغداد لکھی گئی ہے جس کے مؤلف احمد بن طاہر بغدادی ہیں۔ باقی تمام تاریخ ہائے بغداد خطیب موصوف کے بعد لکھی گئی ہیں۔ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد محدثین کے طرز پر لکھی گئی ہے جس میں اشخاص بغداد کے علاوہ واردین بغداد کا بھی ذکر ہے۔ اس کتاب میں بڑے کارآمد مواد ہیں۔ خود مؤلف (خطیب بغدادی) کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ جس پر ان کے دستخط بھی ہیں۔ مدرسۂ مستنصریہ میں موجود ہے جس کی چودہ جلدیں ہیں۔

خطیب بغدادی کا اجمالی یا تفصیلی ذکر مندرجہ ذیل کتابوں میں مل سکتا ہے:-

(۱) اتحاف النبلا للنواب حسن صدیق خاں ص ۳ ، در ۱۴۵ ، میں نے یہ مواد اسی سے لیا۔

(۲) کشف الظنون حاجی خلیفہ، (۳) تاریخ دمشق لابن عساکر، (۴) سیر النبلا للذہبی۔ (۵) طبقات الشافعیہ و کتاب الحفاظ للاسنوی، (۶) تذکرۃ الحفاظ لابن عبد الہادی، (۷) السہم المصیب

فی الرّدّ علی الخطیب لعیسیٰ بن ایوب ، (۸) الوافی المصفدی، (۹) وفیات الاعیان لابن خلکان - (۱۰) معجم الادبا لیاقوت الحموی ، (۱۱) المنتظم لابن الجوزی ، (۱۲) طبقات الشافعیہ للسبکی ، (۱۳) تذکرۃ الحفاظ للذہبی ، (۱۴) شذرات الذہب لابن العماد ، (۱۵) مرآۃ المرجان للیافعی ، (۱۶) اللباب لابن الاثیر ، (۱۷) البدایہ لابن کثیر ، (۱۸) المختصر فی اخبار البشر لابی الفداء ، (۱۹) الکامل فی التاریخ لابن اثیر ، (۲۰) روضات الجنات للخوانساری ، (۲۱) الخطیب البغدادی مؤرخ بغداد ومحدثہا لمحمد صالح العش ، (۲۲) تاریخ دولت سلجوق للاصفہانی ، (۲۳) الاستدراک لابن نقطہ وغیرہا *